Vol. 5 No.3 2021

HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

امراض کا علاج اور متعدی امراض سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں

Treatment of diseases and infectious diseases in the light of Sira-e-Rasool (ﷺ)

1. Majid Rashid, Lecturer of Islamic Studies, KFUEIT, RYK
2. Zainab Moin, Lecturer, FJWU, RWP
3. Dr. Serfraz Hussain, PhD Gujrat University
4. Dr. Rizwan Yunus, Lecturer of Islamic Studies, Gujrat University

Abstract:

Islam provides us with a complete code of conduct for all walks of life. One of which is the diseases that afflict the human body. Doctors believe that some of the diseases that are found in the world are contagious and can be transmitted from one person to another. Such as plague, tuberculosis, colds, flu, and COVID, etc. Some infectious diseases are not transmittable from one person to another. If we study the biography of the Holy Prophet (□), we find two types of traditions. We find the traditions in the collection of hadith about whether the disease is contagious or not. In this article, we treat both diseases and present both types of traditions. The cases of adaptation will be mentioned in the light of Sira Rasool(□). In the current situation of COVID-19, many Shariah issues need to be explained more. In such a situation, there are religious and some social issues that the Muslim Ummah in particular and the entire mankind, in general, are suffering from. They will also be resolved in the light of Sira Rasool(□) which would be discussed in this paper.

Keywords: Diseases, Conflict, Sira Rasool, Religious and Social Issues.

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو وجود بخشا اور اپنی تمام مخلوقات کو وجود بخش کر بے یار و مدد گار چھوڑ نہیں دیا بلکہ مختلف حوائج، ضروریات، حالات کے اعتبار سے اپنی کتابوں اور اپنے مبعوث نبیوں اور رسولوں کے ذریعے جامع تعلیمات بھی عنایت کی ہیں۔ مخلوقات میں سب سے افضل مخلوق انسانوں کو بنایا اور دوسری تمام مخلوقات کا سردار انسان کو بنایا اور دوسری مخلوقات کی نسبت انسانوں کو اتم احکامات مہیا کیے۔

انسانوں کے مختلف احوال میں سے ایک حال انسان کے جسمانی حوائج اور ضروریات ہیں اور انسان کی روح کی طرح جسم کو لاحق ہونے والی بیماریاں ہیں، پھر بیماری کے لاحق ہونے کے بعد ان کے علاج کی حیثیت ہے اور ان بیماریوں کے لاحق ہونے کے بعد احتیاطیں اور وہ امور ہیں جن کا بیماری کی حالت میں لحاظ کرنا ضروری ہے۔ موجودہ دور میں ان ہی بیماریوں میں سے ایک بیماری کروناوائرس ہے جس نے پوری انسانیت کو ہلا کر رکھ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار اور انسانیت کی کمزوری کو عیاں کیا ہے۔ اب اس بیماری کی موجودگی میں معاشرے میں مختلف سوال اور مختلف باتیں سوشل میڈیا اور حکومت اور علماء بلکہ ہر خاص وعام کی زبانِ زدن ہیں اور معاشرے میں گردش کر رہی ہیں جن کی موجودگی میں ضروری تھا کہ کوئی ایسا تحقیقی کام کیا جائے، جس سے تمام سوالات مثلاً بیماری میں تعدیہ کی حیثیت کیا ہے اور بیماری اور اس کے علاج کے بارے میں ہمارا کیا عقیدہ ہونا چاہیے ؟ مسجد میں نماز کی بجائے گھر میں پڑھنے کی کتنی گنجائش ہونی چاہیے ؟ کوئی آدمی کسی سے مصافحہ کرے یا نہ کرے ؟ کروناوائرس یا کسی اور متعدی بیماری کی صورت میں فوت ہونے والے کے غسل و نماز کا کیا حکم ہونا چاہیے ؟ رمضان المبارک کی تراویح کا کیا بنے گا ؟ ایک دوسرے سے کراہت کی کیا حیثیت

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ہے ؟ایک انسان بالخصوص ایک مسلمان کا ایسے حالات میں کیا عقیدہ ہونا چاہیے ؟ وغیرہ مختلف سوال ہمارے معاشرے میں گردش کر رہے، اب ان حالات کی موجودگی میں ان مسائل اور اس طرح کے دیگر احوال کا جائزہ سیرت رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی روشنی میں اس مقالہ میں پیش کیا جائے گا نیز آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اقوال، افعال اور احوال میں اگر اختلاف واقع ہو تو اس کا جائزہ لیا جائے گا۔

شریعت میں علاج کی حیثیت

اسلام ایک مکمل اور جامع دین ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ کو محیط ہے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تخلیق کا مقصد اپنی عبادت کو قرار دیا[i]۔ اس مقصد کا حصول تب ہی ممکن ہو گا جب انسان صحت مند ہو گا، تو یہ کیسے ممکن تھا کہ شریعت مطہرہ میں بیمار پرسی، علاج معالجہ اور امراض کے متعدی ہونے کے بارے میں میں نظریات جو ہمارے زمانہ اور زمانہ جاہلیت میں نظر آتے ہیں، ان کا حل اور ان کے بارے میں جامع تعلیمات موجود نہ ہو۔ اسلام نے جس طرح جسمانی صحت کا خیال رکھا ہے اسی طرح مرض کے وقت علاج کا بھی حکم دیا ہے۔ چاہے یہ علاج دواؤں کے ذریعہ سے ہو یا پھر پرہیز اور احتیاطی تدابیر کے ذریعہ سے۔ طب نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے متعلق احادیث کو مجموعہ کی شکل دے کر شائع کیا جا چکا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں علاج و معالجہ کے لیے متعدد خرافاتی اور توہماتی طریقے اختیار کیے جاتے تھے جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا۔ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان خرافات اور توہمات پر کاری ضرب لگائی اور علاج و معالجہ کے لیے ان طریقوں کو اختیار کرنے کی تلقین کی جو علاج کے مروجہ طریقے ہیں اور علم پر مبنی ہیں۔

نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سیرت طیبہ میں طب کے حوالے سے قیمتی ہدایات ملتی ہیں۔ یہ ایسی ہدایات ہیں جو ہر دور میں دنیا کے لیے مشعلِ راہ بنیں۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کئی امراض کے علاج بھی تجویز کیے ہیں۔ امراض کے علاج کے حوالے سے اتنی بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ موسم، آب و ہوا، خطہ، بیماری کی نوعیت، طریقۂ استعمال اور انسانی مزاج کے لحاظ سے علاج میں فرق آتا ہے۔

اسلام نے تو یہاں تک کہ بیماری کا اور اس کے علاج کا درجہ بھی بتایا ہے چنانچہ ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ جب آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے بیمار ہونے کے بعد علاج کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے علاج کرانے کا حکم دیا، جس کی وضاحت اس حدیث مبارکہ میں ہمیں ملتی ہے:۔

" جاء الاعراب من هاهنا و هاهنا فقالوا يا رسول الله انتداوى فقال تداووا فان الله عزو جل لم يضع داء الا وضع له دواء غير داء واحد الهرم "[ii]

" دیہاتی لوگ مختلف جگہوں سے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کیا ہم امراض کا علاج کروائیں ؟ تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کے علاج کروایا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بوڑھاپے کے علاوہ ہر بیماری کا علاج پیدا کیا ہے۔ "

حضرات محدثین کرام نے اس حدیث مبارکہ کی وضاحت کے ضمن میں لکھا ہے علاج معالجہ کی حیثیت جواز یا استحباب کی ہے، اس کا درجہ فرض و واجب کا نہیں، چنانچہ اس کی وضاحت میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ البذل المجہود میں تحریر فرماتے ہیں:۔

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

" الظاهر ان الامر للاباحۃ والرخصۃ و هو الذی یقتضیہ المقام فان السوال کان عن الاباحۃ قطعا، فالمتبادر فی جوابہ ان بیان للاباحۃ ، و یفہم من کلام بعضهم ان الامر للندب وهو بعید ، نعم قد تداوی رسول اللہ صل اللہ علیہ و سلم بیاناً للجواز فمن نوی موافقتہ □ یوجر علی ذالک "

" ظاہر ہے کہ یہ امر اباحت اور رخصت کے لئے ، اور وہ ہے جس کا مقام تقاضا کرتا ہے، اس لئے کے سوال اباحت کے بارے میں ہے اور اس کے جواب میں متبادر اباحت کا بیان ہے اور بعض حضرات کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ امر کا ندب کے لئے ہونا بعید ہے، جی ہاں حضور ﷺ نے علاج کروانا جواز کے بیان کے لئے ہے اور جو بھی اس کی موافقت کا ارادہ کرے گا تو اس کو اس پر اجر دیا جائے گا۔ " [iii]

قرآن کریم میں بھی بیماری سے شفاء اور علاج کے بارے میں ذکر ملتا ہے، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ۔

" وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا82؁ " [iv]

" اور ہم وہ قرآن نازل کر رہے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت کا سامان ہے، البتہ ظالموں کے حصے میں اس سے نقصان کے سوا کسی اور چیز کا اضافہ نہیں ہوتا۔ "

اس آیت کریمہ کی وضاحت میں علامہ قرطبیؒ نے شفاء کے دو معانی ذکر کیے ہیں: ۔

" اختلف العلماء فی کونہ شفاء علی قولین ، احدهما انہ شفاء للقلوب بزوال الجهل عنها و ازالۃ الریب، ولکشف غطاء القلب من مرض الجهل لفهم المعجزات والامور الدالۃ علی اللہ تعالیٰ ، الثانی شفاء من الامراض الظاہرۃ بالرقی و التعوذ و نحوه " [v]

" قرآن کریم سے شفاء ملنے کے بارے میں علماء کرام کے دو اقوال ہیں، پہلا قول یہ ہے کہ قرآن کریم محض دل ہی کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے جیسا کہ قرآن کریم دل سے شک اور جہالت کا خاتمہ کرتا ہے تاکہ وہ معجزات اور اللہ کریم کی پہچان والے امور کو تسلیم کرے، دوسرا قول یہ ہے کہ قرآن کریم میں امراض ظاہری کا علاج بھی موجود ہے جیسے کسی کو دم یا تعویذ کرنا وغیرہ۔ "

اسی طرح امام فخر الدین رازیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں اس آیت کی تشریح میں قرآن کریم کو جسمانی اور روحانی بیماریوں کے لئے شفاء قرار دیا ہے: ۔

" والمعنی: ننزل من هذا الجنس الذی هو قرآن ما هو شفاء فجمیع القرآن شفاء للمؤمنین واعلم ان القرآن شفاء من الامراض الروحانیۃ ، و شفاء ایضا من الامراض الجسمانیۃ " [vi]

" اس آیت کریمہ کا مفہوم ہے کہ جنس قرآن ہی شفا کا سبب ہے، تمام ایمان والوں کے لئے پورا قرآن کریم ہی شفاء ہے، یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جس طرح قرآن کریم روحانی بیماریوں کے شفاء ہے، اسی طرح جسمانی بیماریوں سے بھی شفاء کا سبب اور ذریعہ ہے۔ "

ایک حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ بیماریوں کو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کا علاج اور توڑ بھی پیدا فرمایا ہے: ۔

" عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء " [vii]

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

" حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لئے شفاء نازل کی ہے۔ "

تاہم اس کے لیے شرط یہ ہے کہ خوب غور و فکر اور سوچ و بچار کے بعد بیماری کے لیے دوا کا تعین اور اس کے بعد اس کا صحیح اور مناسب استعمال کیا جائے اس کی مزید وضاحت آپ ﷺ کے اس فرمان عالی شان سے ہوتی ہے:۔

" عَنْ جَابِرٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ، فَإِذَا أُصِيبَ دَوَاءُ الدَّاءِ بَرَأَ بِإِذْنِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ» "[viii]

" حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"ہر بیماری کی دوا ہے پس جب کسی بیماری کو کوئی دوا موافق آجائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفا ہو جاتی ہے۔ "

اس سے معلوم ہوا کہ مرض اور بیماری کے ساتھ دوا کی موافقت کی صورت میں جو صحت ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہے۔ ورنہ دیکھا گیا ہے کہ ایک بیماری کے دو مریضوں کا ایک سا علاج کیا گیا، لیکن ایک کو شفاء ہو گئی اور دوسرا متواتر مریض رہتا ہے۔

حضور ﷺ کی تعلیمات کی رو سے یہ بات غلط ہے کہ بیماریوں کو تقدیر سمجھ کر آدمی رہے اور ان کا علاج نہ کرائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جس طرح بیماری ایک تقدیر ہے اسی طرح اس کا علاج کرانا بھی تقدیر ہے۔ ایک بدو نے حضور ﷺ سے دریافت کیا:۔

" يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلا نَتَدَاوَى "

" اے رسول اللہ ﷺ کیا ہم علاج کرایا کریں؟ "

آپ ﷺ نے فرمایا:۔

" نَعَمْ ، يَا عِبَادَ اللَّهِ تَدَاوَوْا ، فَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً "

" ہاں! کیوں کہ اللہ نے ہر بیماری کا لازماً علاج بھی پیدا کیا ہے۔ "[ix]

مسند احمد اور جامع ترمذی کی ایک اور روایت ہے کہ ابو خزامہؓ نے حضور ﷺ سے علاج و معالجہ کے متعلق دریافت کیا کہ کیا علاج اللہ کی تقدیر کو بدل سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

" هِيَ مِنْ قَدَرِ اللَّهِ "[x]

" یہ علاج بھی تو اللہ کی تقدیر میں سے ہے۔ "

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

یہی اسلام کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سبب اور مسبب دونوں چیزیں تقدیر میں لکھ دی ہیں، اس لیے بیماریوں کو تقدیر سمجھ کر بیٹھ رہنا اور علاج نہ کرانا اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

" تاریخ میں ہے کہ حضرت عمرؓ ملک شام جا رہے تھے کہ راستہ میں معلوم ہوا کہ وہاں طاعون پھیلا ہوا ہے۔ عمرؓ نے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین سے مشورہ کرنے کے بعد وہاں جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا۔ ابو عبیدہؓ نے اعتراض کیا کہ امیر المومنین! آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ ہاں ہم اللہ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں یعنی اگر طاعون کا پھیلنا اللہ کی تقدیر ہے تو اس سے بھاگنا اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنا بھی اللہ کی تقدیر میں سے ہے۔ "[xi]

علاج کرنا اور کروانا اللہ تعالیٰ پر توکل کے منافی نہیں ہے، علامہ ابن قیمؒ نے علاج کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کی ہے: ۔

" وفیہا علی من انکر التداوی وقال ان کان الشفاء قد قدر فالتداوی لا یفید وان لم یکن قد قدر فکذلک "[xii]

" اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو علاج کا انکار کرتے ہیں، اور کہا کہ اگر شفاء تقدیر میں لکھی ہوئی ہے تو پھر علاج کا فائدہ نہ ہو گا اور اگر شفاء مقدر میں نہیں تو بھی علاج کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہے۔ "

الغرض یہ کہ حضور ﷺ نے بعض بیماریوں کے علاج بھی بتلائے ہیں، مثلاً دل کے عارضہ وغیرہ کے لئے حجامہ مفید ہے۔ اسی طرح پرہیز کی بھی تلقین فرمائی ہے، چنانچہ امام ابو داودؒ نے " باب فی الحمیۃ "یعنی بیماری میں نقصانِ دہ چیزوں سے پرہیز کرنا۔[xiii] اس کا مستقل باب قائم کرکے اس کی اہمیت واضح کر دیں اور خود حق تعالیٰ نے وضو کی آیت میں ارشاد فرمایا: ۔

" وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۭ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ "[xiv]

" اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کرکے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے جسمانی ملاپ کیا ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرو (۱۱) اور اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اس (مٹی) سے مسح کر لو۔ اللہ تم پر کوئی تنگی مسلط کرنا نہیں چاہتا، لیکن یہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک صاف کرے، اور یہ کہ تم پر اپنی نعمت تمام کر دے، تاکہ تم شکر گزار بنو۔ "

جس مریض کے لئے پانی کا استعمال حاذق اور سمجھ دار طبیب کے نزدیک نقصانِ دہ ہو تو تیمم کرنے کا حکم دیا۔

امام ابو داودؒ نے اس باب میں حضرت علیؓ کا واقعہ ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ حضور انور ﷺ کے ساتھ تھے اور وہ قریب قریب ہی کسی بیماری سے کچھ تندرست ہوئے تھے، بالکل اور مکمل طور پر صحت یاب نہ ہوئے تھے۔

ایک دن حضور ﷺ گھر تشریف لے گئے اور وہاں پر درختوں پر یا گھر میں کسی رسی پر کھجوروں کے خوشے لٹکے ہوئے تھے تو حضور ﷺ کھانے لگے تو حضرت علیؓ بھی کھانا شروع ہوئے تھے تو حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو کھانے سے منع فرمایا، چنانچہ ابو داود شریف میں ہے: ۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

" عن أُمِّ المنذر بنت قيسٍ الأنصارية، قالت: دخل عليَّ رسولُ الله - صلَّى الله عليه وسلم --صلَّى الله عليه وسلم-، ومعه عليٌّ، وعلي نَاقِهٌ، ولنا دَوالي مُعلَّقَةٌ، فقامَ رسولُ الله - صلَّى الله عليه وسلم - يأكُلُ منها، وقام عليٌّ ليأكلَ، فَطَفِقَ رسولُ الله - صلَّى الله عليه وسلم -: لِعليٍّ: "مَهْ، إنَّكَ نَاقِهٌ". حتى كَفَّ عليٌّ، قالت: وصنعتُ شعيراً وسِلْقاً، فجئتُ به، فقال رسولُ الله - صلَّى الله عليه وسلم -: "يا عليُّ، أَصِبْ مِن هذا فهو أنْفَعُ لك " [xv]

" میرے پاس رسول ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ کے ساتھ حضرت علیؓ تھے۔ ان پر کمزوری طاری تھی ہمارے پاس کھجور کے خوشے لٹک رہے تھے، رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر انہیں کھانے لگے، علیؓ بھی کھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے علیؓ سے فرمایا: ٹھہرو (تم نہ کھاؤ) کیونکہ تم ابھی کمزور ہو، یہاں تک کہ علیؓ رک گئے، میں نے جو اور چقندر پکایا تھا تو اسے لے کر میں آپ ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا علیؓ اس میں سے کھاؤ یہ تمہارے لئے مفید ہے۔ "

حاصل کلام یہ ہے کہ علاج کروانا شرعا جائز ہے اور آپ ﷺ نے خود بھی علاج کروایا ہے اور علاج کروانے کا حکم بھی دیا ہے، علاج کروانا تقدیر کے خلاف اور منافی نہیں ہے۔ لیکن یہ یقین ہونا چاہیے کہ دوائی لینا تو سنت ہے لیکن شفاء محض اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہے، بعض دفعہ تو مریض ایک ہی مرض میں مبتلا ہوتے ہیں اور ایک ہی طرح کی دوا استعمال کرنے سے ایک آدمی کو شفاء ملتی ہے اور دوسرے کے لئے وہی دوا بعض دفعہ موت کا سبب بن جاتی ہے۔ اس لئے ایک ایمان والے کا یہ ایمان اور یقین ہونا چاہیے کہ بیماری میں دوا بھی لے لو، تو بھی شفاء اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارادے کی محتاج ہے۔ البتہ علاج کی حیثیت اور مقام کیا ہے اس بارے علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں جن کا حاصل یہ ہے: ۔

1۔ پہلا قول احناف اور مالکیہ کا ہے جن کے نزدیک بیماری میں علاج کروانا مباح ہے۔[xvi]

2۔ علاج کروانے کے بارے میں دوسرا اقوال شوافع اور بعض حنابلہ کا ہے جن کے نزدیک علاج کروانا مستحب ہے۔[xvii]

3۔ علاج کروانے کے بارے میں تیسرا قول حنابلہ اور بعض شوافع کا ہے کہ علاج کروانا واجب ہے۔[xviii]

4۔ علاج کروانے کے بارے میں چوتھا قول بعض حنابلہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ علاج کروانا مباح ہے لیکن توکل کا تقاضا یہ ہے کہ ترک بہتر ہے۔[xix]

امام ابن تیمیہ اپنے فتاوی میں اس کی وضاحت کچھ یوں فرماتے ہیں: ۔

" وَقَدْ يَكُونُ مِنْهُ مَا هُوَ وَاجِبٌ وَهُوَ: مَا يُعْلَمُ أَنَّهُ يَحْصُلُ بِهِ بَقَاءُ النَّفْسِ لَا بِغَيْرِهِ كَمَا يَجِبُ أَكْلُ الْمَيْتَةِ عِنْدَ الضَّرُورَةِ فَإِنَّهُ وَاجِبٌ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ وَجُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ"[xx]

" بعض صورتوں میں علاج معالجہ واجب ہے اور یہ اس صورت میں جب یقین ہو جائے کہ اس کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں۔ مثلاً اضطراری حالت میں مردار کا کھالینا واجب ہے اور ایسی صورتِ حال میں ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک ایسا کرنا واجب ہے۔ "

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

شیخ محمد بن صالح عثیمین فرماتے ہیں:۔

" وعلى هذا فالأقرب أن يقال ما يلي:
1 ۔ أن ما عُلم، أو غلب على الظن نفعه مع احتمال الهلاك بعدمه، فهو واجب.
2 ۔ أن ما غلب على الظن نفعه، ولكن ليس هناك هلاك محقق بتركه فهو أفضل.
3 ۔ أن ما تساوى فيه الأمران فتركه أفضل؛ لئلا يلقي الإنسان بنفسه إلى التهلكة من حيث لا يشعر. "[xxi]

جس مرض کے علاج سے شفاء کا ظن غالب ہو اور علاج نہ کرانے سے ہلاکت کا احتمال ہو تو اس کا علاج کرانا واجب ہے۔

جس مرض کے علاج سے ظن غالب کے مطابق نفع ہو اور علاج نہ کرانے سے ہلاکت یقینی نہ ہو تو اس مرض کا علاج کرانا افضل ہے۔

جس مرض کے علاج سے شفاء اور ہلاکت کے خدشات برابر ہوں تو اس کا علاج نہ کرانا افضل ہے تاکہ انسان لاشعوری طور پر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال بیٹھے۔

میڈیکل علاج کے متعلق " اسلامی فقہی بورڈ " نے اپنے اجلاس (منعقدہ مورخہ 9 تا 14 مئی 1992ء بمقام جدہ سعودی عرب) میں قرار داد نمبر 5، 7، 67 پاس کی جس میں ہے:۔

" الاصل فی حکم التداوی انہ مشروع لما ورد فی شانہ فی القرآن الکریم و السنۃ القولیۃ و الفعلیۃ و لما فیہ من حفظ النفس الذی ہو احد المقاصد الکلیۃ من التشریع و تختلف احکام التداوی باختلاف الاحوال و الاشخاص فیکون واجبا علی الشخص اذا کان ترکہ یفضی الی تلف نفسہ او احد اعضائہ او عجزہ او کان المریض ینتقل ضرورۃ الی غیرہ کالامراض المعدیۃ و یکون مندوبا اذا کان ترکہ یودی الی ضعف البدن ولا یترتب علیہ ما سبق فی الحالۃ الاولی و یکون مباحا اذا لم تندرج فی الحالتین السابقین و یکون مکروھا اذا کان بفعل یخاف منہ حدوث مضاعفات اشد من العلۃ المراد ازالتھا "[xxii]

علاج میں اصل یہ ہے کہ علاج و معالجہ جائز ہے کیونکہ اس کے متعلق قرآنِ کریم اور سنت قولی و فعلی میں دلائل موجود ہیں یہ اس وجہ سے بھی مشروع ہے کہ اس سے انسانی جان کی حفاظت ہوتی ہے جو شریعت مطہرہ کے مقاصدِ اصلیہ میں سے ایک اہم مقصد ہے اور ابدان و احوال کے اختلاف کے مطابق علاج معالجے کے احکام بھی بدلتے رہتے ہیں، چنانچہ جس مرض سے جان کی ہلاکت یا کسی عضو کی خرابی یا اس کے مفلوج ہونے کا اندیشہ ہو یا متعدی امراض کی طرح اس مرض کا اثر دیگر لوگوں تک منتقل ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا علاج کرانا واجب ہے۔ جب علاج نہ کرانے سے بدن کے کمزور ہونے کا اندیشہ ہو تو علاج کروانا مستحب ہے اور مذکورہ بالا خطرہ نہ ہو تو علاج کروانا جائز ہے اور جب کسی مرض کے مذکورہ بالا دونوں صورتیں یعنی جان کی ہلاکت اور علاج کی وجہ سے اس سے بدتر مرض کے در آنے کا خطرہ ہو تو علاج کروانا مکروہ ہے۔ لہٰذا علاج معالجہ جائز ہے البتہ علماء نے وجوب اور استحباب کے اعتبار سے اس کی درجہ بندی کی ہے جس کا خلاصہ یوں ہے:۔

جس بیماری سے ہلاکت کا اندیشہ ہو یا کسی عضو کی خرابی یا مفلوج ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کا علاج کرنا واجب ہے۔

جس بیماری سے کمزوری کا اندیشہ ہو تو اس کا علاج کرنا مستحب ہے۔

جس بیماری سے ہلاکت یا کمزوری کا اندیشہ نہ ہو تو علاج کرنا جائز ہے۔

جس بیماری کے علاج سے اس سے بدتر مرض لاحق ہونے کا خطرہ ہو تو علاج کرنا مکروہ ہے۔

دنیا میں "نوول کرونا" کوئی پہلی وبائی بیماری نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی بہت سے وبائی امراض پھوٹے ہیں۔ چودھویں صدی میں دنیا میں "طاعون" کی وباء پھیلی جب تک اس کو کنٹرول کیا جاتا اس نے کچھ ہی عرصہ میں بیس کروڑ انسانی زندگیوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔1666ء میں برطانیہ میں طاعون سے ایک لاکھ انسان ہلاک ہوئے تھے۔ انیسویں صدی میں ہیضہ کی وباء پھوٹ پڑی تھی، جس نے کروڑوں انسانوں کو متاثر کیا تھا۔1950ء میں پولیو کی بیماری کی تشخیص ہوئی، جس سے اب تک لاکھوں انسان متاثر ہیں اور یہ بیماری اب تک موجود ہے۔ ٹی بی کو بھی ایک عرصہ تک متعدی بیماری سمجھا جاتا رہا مگر اس کے علاج کی دریافت کے بعد اس کا خطرہ اب کم ہو گیا ہے۔ چیچک کا مرض اٹھارہویں صدی میں سامنے آیا تھا، لیکن 1950ء میں اس نے وبائی شکل اختیار کر لی تھی جس سے دو دہائیوں کے دوران تین کروڑ انسان متاثر ہوئے تھے۔1970 میں اس مرض کی وبائی شکل پر قابو پا لیا گیا تھا۔1918ء میں زکام کی شکل میں " سپینش انفلوئنزا" پھیل گیا اور بہت بڑے پیمانے پر انسانی ہلاکتیں ہوئیں جن سے یورپ میں دس کروڑ انسان متاثر ہوئے تھے اور امریکہ میں بیس لاکھ کے قریب لوگ متاثر ہوئے تھے۔

سٹیفن جے سپگنیس کی کتاب " سو بڑے حادثات" ہے۔ یہ کتاب اس لیے بھی اہم ہے کہ ایک طرف حالیہ کرونا وائرس سے پوری دنیا میں ہونے والی تباہی اور دوسری طرف اس کتاب میں موجود 526ء سے 2005ء تک ہونے والے دنیا کے سو عظیم حادثات کی تفصیل اس میں موجود ہے۔ ان میں سے ایک "بلیک ڈیتھ" یعنی کالی موت کا حملہ 1347ء کے اردگرد یورپ میں شروع ہوا، وبا کا ہتھیار پسو تھے اور اس کو جگہ جگہ پہنچانے والے چوہے تھے۔ پسو چوہوں کے بالوں میں چھپ جاتے اور جب موقع ملتا یہ انسانوں تک پہنچتے۔ پسو " یرسینا پیٹس" نامی جرثومے کو اٹھائے ہوتے تھے جو کہ تین قسم کے طاعون کا سبب بنتے تھے، ان سب نے مشترکہ طور پر اس تباہی کو جنم دیا جسے " بلیک ڈیتھ" کہا گیا۔

سیرتِ رسول خاتم النبیین ﷺ کی روشنی میں وبائی امراض

اب یہ سب معلوم ہونے کے بعد ہم سیرتِ رسول ﷺ کا جائزہ لیتے ہیں تو ذخیرہ حدیث میں بظاہر ہمیں دو طرح کی متعارض روایات ملتی ہیں کہ کچھ روایات میں ہے کہ بیماری کا کوئی تعدیہ نہیں ہے (جن کا تفصیل سے ذکر آئے گا) اور کچھ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری کا تعدیہ ہے اور متعدی بیماری والے سے دور رہنے کا حکم ہے نیز اور کچھ روایات میں متعدی بیماری والی جگہ سے دور رہنے کا حکم ہے۔ لیکن یہ اختلاف صرف ظاہری ہے، جس کا حقیقت سے کوئی علاقہ نہیں ہے، جس کو اب تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

بیماری کے متعدی نہ ہونے کی روایات

پہلے وہ روایات ذکر کی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری میں کوئی تعدیہ نہیں ہے اور ایک آدمی کی بیماری دوسرے کو لاحق نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے کسی بھی بیماری کی صورت میں بیمار سے احتیاط کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(1) صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک روایت سوال جواب کی صورت میں بیان کی گئی ہے:۔

" حدثنا عبد العزيز بن عبد الله، حدثنا إبراهيم بن سعد، عن صالح، عن ابن شهاب، قال: أخبرني أبو سلمة بن عبد الرحمن، وغيره، أن أبا هريرة رضي الله عنه، قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «لا عدوى ولا صفر ولا هامة» فقال أعرابي: يا رسول الله، فما بال إبلي، تكون في الرمل كأنها الظباء، فيأتي البعير الأجرب فيدخل بينها فيجربها؟ فقال: «فمن أعدى الأول؟» رواه الزهري، عن أبي سلمة، وسنان بن أبي سنان "[xxiii]

" ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امراض میں چھوت چھات (متعدی ہونا) صفر اور الو کی نحوست کی کوئی اصل نہیں، اس پر ایک اعرابی بولا کہ یارسول اللہ! پھر میرے اونٹوں کو کیا ہو گیا کہ وہ جب تک ریگستان میں رہتے ہیں تو ہرنوں کی طرح (صاف اور خوب چکنے) رہتے ہیں، پھر ان میں ایک خارش والا اونٹ آجاتا ہے اور ان میں گھس کر انہیں بھی خارش لگا جاتا ہے تو آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا: لیکن یہ بتاؤ کہ پہلے اونٹ کو کس نے خارش لگائی تھی؟ "

اس سوال جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ صرف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ متعدی بیماری بھی اللہ ہی کے اذن سے کسی کو لگتی ہے۔

(2)" عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ - رضى الله عنه - عَنِ النَّبِىِّ - صلى الله عليه وسلم - قَالَ « لاَ عَدْوَى ، وَلاَ طِيَرَةَ ، وَلاَ هَامَةَ ، وَلاَ صَفَرَ » "[xxiv]

" حضرت ابوہریرہؓ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھوت لگنا، بدشگونی لینا، الو کا منحوس ہونا اور صفر (دوسرا اسلامی مہینہ) کا منحوس ہونا یہ سب لغو خیالات ہیں۔ "

اس حدیث میں زمانہ جاہلیت کی چار باتوں کی نفی کی گئی ہے:۔

مرض کا متعدی ہونا اور ماہِ صفر کے سلسلے میں موجود بد اعتقادی پر نکیر ہے، اہل جاہلیت کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلے کے بغیر بیماری خود سے متعدی ہوتی ہے، یعنی خود سے پھیل جاتی ہے، اسلام نے ان کے اس اعتقاد باطل کو غلط ٹھہرایا۔ (لا عدویٰ) ''عدویٰ'' مریض سے تندرست آدمی کی طرف مرض کے منتقل ہونے کو کہتے ہیں (مراد چھوت چھات ہے) یا جس طرح حسی امراض متعدی ہوتے ہیں اسی طرح روحانی اور اخلاقی بیماریاں بھی متعدی ہوسکتی ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لاعدوی» یعنی ''بیماری خود سے متعدی نہیں ہوتی''، اور اس کے لیے سب سے پہلے اونٹ کو کھجلی

Vol. 5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

کی بیماری کیسے لگی، کی بات کہہ کر سمجھایا اور بتایا کہ کسی بیماری کا لاحق ہونا اور اس بیماری سے شفاء دینا یہ سب اللہ رب العالمین کے حکم سے ہے، وہی مسبب الاسباب ہے۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی بنائی ہوئی تقدیر سے ہوتا ہے، البتہ بیماریوں سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اسباب کو اپنانا مستحب ہے۔

دوسری چیز جس کا اس حدیث مبارکہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ بدفالی اور بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ دینِ اسلام سے قبل لوگ مختلف قسم کے باطل عقائد، شرک وبدعات، رسم ورواج، نحوست وبدشگونی اور توہم پرستی میں مبتلا تھے، چنانچہ پرندوں کو اڑا کر سفر کرنے کا فیصلہ کرتے تھے۔ اگر پرندہ دائیں سمت کی طرف جاتا تو اس کام یا سفر کو اچھا فال تصور کر کے جاری رکھتے اور اگر بائیں کو جاتا تو اس کام یا سفر سے نحوست اور بدشگونی سمجھ کر ترک کر دیتے۔ اسی طرح بعض ایام اور مہینوں کو بھی نحوست وبدشگونی کی نظر سے دیکھتے تھے۔

تیسری چیز جس کی نفی کی گئی وہ ہے «هامه» یعنی الو کی نحوست نہیں ہے، الو کو دن میں دکھائی نہیں دیتا ہے تو وہ رات کو نکلتا ہے اور اکثر ویرانوں میں رہتا ہے، عرب لوگ اس کو منحوس جانتے تھے اور بعض یہ سمجھتے تھے کہ مقتول کی روح الو بن کر پکارتی پھرتی ہے، جب اس کا بدلہ لے لیا جاتا ہے تو وہ اڑ جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس خیال کو باطل قرار دیا، اور فرمایا: « ولاهامة » ، آج بھی الو کی نحوست کا اعتقاد باطل بہت سے لوگوں کے یہاں پایا جاتا ہے، جو جاہلیت کی بداعتقادی ہے۔ اسی طرح صفر کے مہینے کو جاہلیت کے زمانے میں لوگ منحوس قرار دیتے تھے اور جاہل عوام اب تک اسے منحوس جانتے ہیں۔

چوتھی چیز جس کی نفی فرمائی وہ ماہِ صفر کے مہینے کے متعلق نحوست کا عقیدہ ہے یہ بھی لغو ہے، صفر کا مہینہ اور مہینوں کی طرح ہے، کچھ فرق نہیں ہے۔ یہ بھی آتا ہے کہ عرب ماہ محرم کی جگہ صفر کو حرمت والا مہینہ بنالیتے تھے۔ اسلام میں یہ بھی باطل اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ عربوں کے اعتقاد میں پیٹ میں ایک سانپ ہوتا تھا جس کو صفر کہا جاتا ہے جو بھوک کے وقت پیدا ہوتا ہے اور آدمی کو ایذا پہنچاتا ہے اور ان کے اعتقاد میں یہ متعدی مرض تھا، تو اسلام نے اس کو باطل قرار دیا۔

(3)" عَنِ ابْنِ عُمَرَ - رضى الله عنهما - أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - قَالَ « لاَ عَدْوَى وَلاَ طِيَرَةَ » "[xxv]

" حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امراض میں چھوت چھات کی اور بدشگونی کی کوئی اصل نہیں۔ "

(4)" عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ - رضى الله عنه - عَنِ النَّبِيِّ - صلى الله عليه وسلم - قَالَ « لاَ عَدْوَى ، وَلاَ طِيَرَةَ ، وَيُعْجِبُنِى الْفَأْلُ » . قَالُوا وَمَا الْفَأْلُ قَالَ « كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ » "[xxvi]

" حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا چھوت لگنا کوئی چیز نہیں اور بدشگونی (کی کوئی حقیقت) نہیں ہے البتہ نیک فال مجھے پسند ہے۔ صحابہ نے عرض کیا نیک فال کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اچھی بات منہ سے نکالنا یا کسی سے اچھی بات سن لینا۔ "

Vol. 5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

(5)" عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « لاَ عَدْوَى وَلاَ طِيَرَةَ وَلاَ غُولَ » "[xxvii]

" حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ متعدی بیماری اور بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں اور جن بھوت بھی (اللہ کی مرضی کے بغیر) کچھ نہیں کرسکتے۔ "

(6)" عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- كَانَ يَقُولُ « لاَ هَامَةَ وَلاَ عَدْوَى وَلاَ طِيَرَةَ وَإِنْ تَكُنِ الطِّيَرَةُ فِى شَىْءٍ فَفِى الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالدَّارِ » "[xxviii]

" حضرت سعدؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ الو، متعدی بیماری اور بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں اور اگر کسی چیز سے برا شگون لیا جاتا تو وہ گھوڑا، گھر اور عورت ہوتی۔ "

معلوم ہوا کہ دنیا کی عام مخلوقات کی طرح صحت و بیماری بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، اللہ رب العزت جب چاہیں کسی بھی انسان کو کسی بھی بیماری میں مبتلا کردیں اور جب انہیں منظور ہو تو مریض کو صحت سے نواز دیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو مریض کی صحت منظور نہ ہو تو ہزاروں لاکھوں علاج و دوا کے باوجود مریض صحت یاب نہیں ہوسکتا۔

(7)" عن جابر ان رسول اللہ □ اخذ بید مجذوم فوضعھا معہ فی القصعۃ قال کل ثقۃ باللہ و توکلا علیہ رواہ ابن ماجہ "[xxix]

" حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مجزوم کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ ہی اس کو پیالے میں رکھا۔ اور فرمایا کہ اللہ پر اعتماد و بھروسہ اور توکل کرتے ہوئے کھاؤ۔ "

حضرت گنگوہیؒ نے "کل ثقۃ باللہ و توکلا علیہ" پر یہ اشکال کیا کہ "کوڑھی" کے ساتھ کھانے والے کو تو خطرہ ہوتا ہے، خود کوڑھی کو تو کوئی خطرہ نہیں ہوتا، تو آپ ﷺ نے اس کو کیسے کہا کہ "کل ثقۃ باللہ و توکلا علیہ" اللہ پر بھروسہ کرکے کھاؤ۔ حضرت گنگوہیؒ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں: ۔

" اورد علی فی "الکوکب الدری" ان ظاہرہ مشکل فان المجذوم لا یخاف شیا حتی یثق باللہ و انما الخائف من یاکل معہ و الجواب انہ ایضا ربما یخاف علی نفسہ انہ یلحقہ عاربا عدائۃ مرضہ الی غیرہ و ایضا ربما یھم ھو فی اکلۃ مع من یحبۃ کولدہ و زرجتہ و طھنا من ھذا القبیل فان المجذوم لا اشفق علی النبی □ قالہ ذاک "[xxx]

1۔ بعض اوقات اس کے ساتھ جو شخص کھارہا ہوتا ہے وہ اس کا محبوب ہو یا اس کا بیٹا یا بیوی ہو تو ایسی صورت میں وہ خود (کوڑھی) بھی بیٹا یا بیوی کے ساتھ کھانے پر خطرہ محسوس کرتا ہے، حضور ﷺ نے جس مجذوم کو ساتھ کھانا کھلایا اس کو بھی یہ خطرہ محسوس ہوسکتا تھا کہ کہیں آپ ﷺ کو یہ بیماری نہ لگ جائے اس لئے نے یہ ارشاد فرمایا۔

Vol. 5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

2۔ مجذوم یا بیمار کو یہ خطرہ ہوتا ہے کہ اگر خدانخواستہ میری بیماری میرے ساتھ کھانے والے کو لگ گئی تو مجھے عار دلائی جائے گی، اس لئے فرمایا کہ " کل ثقۃ باللہ و توکلا علیہ"

حاصل کلام یہ ہے کہ ایک کی بیماری یا مرض کا اُڑ کر دوسرے کو لگ جانا یا کسی مریض سے مرض تجاوُز کر کے صحیح سلامت تندرست آدمی میں منتقل ہو جانا! یہ بالکل باطل ہے۔اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ یہ اعتقاد رکھتے تھے بیماری خود اُڑ کر دوسرے کو لگ جاتی ہے، خدا تعالیٰ کی تقدیر کا اس میں کوئی دخل نہیں بلکہ یہ خود ہی مؤثر (یعنی بذاتِ خود اثر انداز ہونے والی) ہے۔ حدیثِ پاک میں اسی نظریے کا رد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:" لَاعَدْوٰی "یعنی بیماری کا اُڑ کر لگنا کچھ نہیں ہے۔یہی وجہ تھی کہ آپ نے مجذوم (جذام کے مریض) کے ساتھ کھانا بھی کھایا تاکہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ مرض اڑ کر دوسرے کو نہیں لگتا۔

مسلمانوں کے پاس عقیدہ کی اتنی مضبوط طاقت ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے پاس آنے والے خوف کو ختم کر سکتے ہیں۔ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ موت کا ایک وقت متعین ہے جس سے پہلے کسی کی موت نہیں ہو سکتی ہے اور اگر موت کا وقت آجائے تو کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالی نے اس کو بہت واضح انداز میں بیان کیا ہے:۔

" اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ و لا یستقدمون " [xxxi]

" جب موت کا وقت آجاتا ہے تو ایک سیکنڈ کے لیے آگے پیچھے نہیں ہوتا ہے۔ "

ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اگر اللہ تعالی کسی کو نقصان پہنچانا چاہے تو پوری دنیا مل کر اس کو نفع نہیں پہنچا سکتی ہے اور اگر اللہ تعالی کسی کو نفع پہنچانا چاہے تو پوری دنیا مل کر اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیں یہ دعا سکھلائی ہے:۔

" اللھم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت و لاینفع ذاا لجد منک الجد " [xxxii]

اے اللہ جس کو آپ کوئی نعمت دینا چاہیں تو کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے آپ روک دیں کو تو کوئی اسے دے نہیں سکتا ہے اور مال والوں کی اس کی مال داری نفع نہیں پہنچاتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ بیماری اور دواء کے درمیان ایک پردہ حائل ہوتا ہے جب اللہ کا حکم شفاء کا ہوتا ہے تو وہ درمیانی پردہ زائل ہو جاتا ہے اور دوا کارگر ہو جاتی ہے اور مریض شفاء پا جاتا ہے۔[xxxiii]

بیماریوں کے تعدیہ والی روایات:

اب وہ روایات ذکر کی جائیں گی جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری میں تعدیہ ہوتا ہے اس لئے متعدی بیماری والے سے پرہیز کرنے اور دور رہنے کا حکم دیا جائے گا:۔

Vol. 5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

1۔ مسلم شریف کی روایت ہے:

" و عن عمر بن الشرید عن ابیہ قال کان فی وفد ثقیف رجل مجذوما فارسل الیہ النبی انا قد بایعناک فارجع "[xxxiv]

" ثقیف کے وفد میں ایک کوڑھی آدمی تھا جو شخص آپ ﷺ کے پاس بیعت کی خاطر آیا۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف پیغام بھیجا کہ میں نے تم سے بیعت کرلی ہے۔ تم واپس جاسکتے ہو۔ "

2۔ صرف انسانوں میں ہی نہیں بلکہ جانوروں میں بھی چھوت چھات سے بیماریاں پھیلتی ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

" لَا يُورِدُ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ "[xxxv]

" بیمار اونٹ کو تندرست اونٹ کے پاس مت لے کر جاؤ۔ "

3۔ اسی طرح جذامی مریض سے بچنے کے لیے آپ ﷺ نے اس سے ایک نیزہ کے فاصلہ سے بات چیت کرنے کی تاکید کی: ۔

" کلم المجذوم بینک و بینہ قید رمح "[xxxvi]

" آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ کوڑھیوں کی طرف زیادہ دیر تک مت دیکھا کرو اور ان سے اس طرح بات کرو کہ تمھارے اور ان کے درمیان ایک یا دو نیزے کا فاصلہ رہے۔ "

اس کا صاف مطلب ہے کہ بیماری متعدی ہو سکتی ہے۔

4۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ۔

" فِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ فِرَارَکَ مِنَ الأَسَدِ "[xxxvii]

" جذام کے مریض سے اس طرح بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو۔؟ "

5: شریعت نے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور ان احتیاطی تدابیر پر جس حد تک عمل ممکن ہو، کرنا چاہیے، طاعون کے سلسلے میں آپ ﷺ کی ہدایت ہے: ۔

" أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُونِ، فَقَالَ: «كَانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ، فَجَعَلَهُ اللَّهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ، مَا مِنْ عَبْدٍ يَكُونُ فِي بَلَدٍ يَكُونُ فِيهِ، وَيَمْكُثُ فِيهِ لاَ يَخْرُجُ مِنَ البَلَدِ، صَابِرًا مُحْتَسِبًا، يَعْلَمُ أَنَّهُ لاَ يُصِيبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ، إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيدٍ» "[xxxviii]

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

" جس علاقے میں طاعون پھیلا ہو لوگ وہاں نہ جائیں اور وہاں کے لوگ وہاں سے نہ نکلیں بلکہ صبر کر کے انہی علاقوں میں رہیں اگر موت مقدر ہو گئی تو شہادت کی موت ہو گی وہاں سے نکلنا موت سے فرار اختیار کرنے کے مترادف ہے۔ جب کہ اگر کسی کی موت کا وقت آگیا ہے تو وہ موت سے بھاگ نہیں سکتا ہے۔ "

دوسرے لوگوں کو وہاں جانے سے اس لیے منع کیا کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو اور جہاں وبائی امراض پھیلے ہیں وہاں جانا گویا کہ اپنے آپ کو ہلاکت کے قریب کرنا ہے۔ اس نقطہ نظر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وبائی امراض متعدی ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے وبائی امراض کے پھیلے ہوئے علاقوں میں جانے سے منع کیا گیا۔

6:" بیماری کا متعدی ہونا اس واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عہد فاروقی میں پھیلنے والے اس خوف ناک وبا کا بھی ذکر کیا جائے جسے طاعون عمواس کہتے ہیں۔" عمواس " دراصل بیت المقدس اور رملہ کے بیچ واقع ایک بستی کا نام ہے، چوں کہ اس علاقے سے طاعون کی ابتدا ہوئی تھی اسی لیے اس کو "طاعون عمواس" کہا جاتا ہے۔ مورخین کے مطابق ۱۷ ہجری کے اواخر یا ۱۸ ہجری کی ابتدا میں یہ وبائی مرض عمواس سے شروع ہو کر شام و عراق کے پورے درمیانی علاقے میں پھیل گیا اور مسلسل ایک ماہ جاری رہا۔ ایک دفعہ اس وبا کی شدت کچھ کم ہو گئی لیکن اس نے پھر عود کیا۔ مجموعی طور پر اس نے 52 ہزار مسلمان مردوں، عورتوں، شہریوں اور فوجیوں کی جانیں لیں۔ معرکۃ الجزیرہ کے سلسلے میں سیدنا عمرؓ کے جابیہ نامی مقام تک پہنچ کر مدینہ واپس لوٹنے کی وجہ یہی وبا تھی۔ انھوں نے طاعون کی خبر سن کر مہاجرین و انصار سے مشاورت کی تو کچھ نے کہا کہ آپ جس کام سے آئے ہیں، اسے پورا کیے بغیر نہ لوٹیں۔ دوسروں نے مشورہ دیا کہ کبار اصحاب رسول کو وبا کے خطرے میں ڈالنا مناسب نہیں۔ جب انھوں نے واپسی کا فیصلہ کر لیا تو ابو عبیدہ بن جراحؓ نے پوچھا کہ کیا اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ عمرؓ کا جواب تھا: ہاں، ہم اللہ کی ایک تقدیر سے اس کی دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ عبد الرحمن بن عوفؓ نے یہ فرمان نبوی سنا کر عمرؓ کے موقف کی تائید کی:" جب تم کسی قوم کی سرزمین میں طاعون پھیلنے کی خبر سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب یہ اس جگہ پھوٹے جہاں تم موجود ہو تو اس سے فرار کی خاطر وہاں سے نہ نکلو۔ " [xxxix]

اس مرض کا شکار ہونے والوں میں حضرت ابو عبیدہ، معاذ بن جبل، عبد الرحمن بن معاذ، یزید بن ابی سفیانؓ جیسے کبار صحابہ شامل تھے۔ حارث بن ہشام کے ساتھ شام جانے والے ان کے 07 اہل خانہ میں صرف 4 بچ پائے۔ خالد بن ولیدؓ کے 04 بیٹوں نے اس وبا میں جان دی۔

7: سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ۔

" جذام زدہ مریضوں پر زیادہ دیر تک نظر نہ ڈالا کرو۔ " [xl]

یہ شاید اس لئے کہ جب آدمی بات کرتا ہے تو اس کے منہ سے تھوک کے چھینٹے نکلتے ہیں جس میں بیماری کے کافی جراثیم موجود ہوتے ہیں یہ جب مخاطب کے اوپر پڑیں گے تو مخاطب کو بھی بیماری میں مبتلا کر سکتے ہیں۔

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ان تمام روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بیماری میں تعدیہ ہوتا ہے اور ایک کی متعدی بیماری دوسرے کو لاحق ہو سکتی ہے۔ اس لئے جتنا ہو سکے تو وبائی اور متعدی امراض والے سے اجتناب کرنا چاہیے تا کہ اس کی بیماری کسی اور کو لاحق نہ ہو جائے۔

بیماری کے تعدیہ کے بارے میں روایات کے ظاہری تعارض کا حل

1۔ علامہ نووی نے لکھا ہے: دونوں طرح کی روایات ہیں، بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری متعدی نہیں ہوتی ہے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری متعدی ہوتی ہے۔ اس میں تطبیق یہ ہے کہ بیماری اپنی طبیعت کے اعتبار سے تو متعدی نہیں ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالی نے بعض بیمار سے ملنے کو متعدی ہونے کا سبب بنایا ہے۔ پس جس حدیث میں تعدیہ کی نفی ہے اس میں در حقیقت جاہلیت کے تعدیہ والے عقیدے کی نفی مقصود ہے اور دوسری طرح کی روایات میں اللہ تعالی کی تقدیر سے بعض بیمار سے ملنے پر جو ضرر اور نقصان ہو سکتا ہے اس کی طرف رہنمائی کی گئی ہے:۔

" وجہ الجمع أن الامراض لا تعدی بطبعہا و لکن جعل اللہ سبحانہ و تعالی مخالطتہا سببا للاعداء فنفی فی الحدیث الاول ما یعتقدہ الجاہلیۃ من العدوی بطبعہا و ارشد فی الثانی الی مجانبۃ ما یحصل عندہ الضرر عادۃ بقضاء اللہ و قدرہ " [xli]

شراح حدیث نے لکھا ہے کہ سات بیماریاں متعدی ہوتی ہیں اور یہ قدیم اطباء کی رائے ہے اس لیے اگر ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ یہ بیماری منتقل ہو سکتی ہے تو اس کو قبول کیا جا سکتا ہے یہ اسلام کا حکم۔ اس میں بھی مریض کا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالی نے میرے لیے اس بیماری میں مبتلا ہونا مقدر کیا تھا اس لیے مجھے یہ بیماری ہو گئی۔

تعدیہ جراثیم یعنی "مرض کے جراثیم کا اُڑ کر دوسرے کو لگنا" کھلی حقیقت ہے، جراثیم خود مرض نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی چھوٹی سی مخلوق ہے جو صرف خردبین یا الٹرا مائکرواسکوپ (Ultra-Microscope) کے ذریعے ہی نظر آتی ہے اور یہ جراثیم مرض کا سبب بنتے ہیں۔ پہلے زمانے کے لوگ ان جراثیم سے واقف نہ تھے تو انہوں نے یہی نظریہ بنا لیا کہ مرض مُتَعَدِّی ہوا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اسلام نے اس کی نفی فرمائی کہ کوئی مرض مُتَعَدِّی نہیں ہوتا اسلام کے تعدیہ مرض کی نفی کرنے سے جراثیم کے مُتَعَدِّی ہونے کی نفی قطعاً نہیں ہوتی۔ فتح الباری میں ہے: ۔

" وَيَأْتِي بَعْدَ خَمْسَةِ أَبْوَابٍ مِنْ طَرِيقِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مِثْلُهُ لَكِنْ بِدُونِ قَوْلِهِ وَلَا طِيَرَةَ وَأَعَادَهُ بَعْدَ أَبْوَابٍ كَثِيرَةٍ بِزِيَادَةِ قِصَّةٍ وَبَعْدَ عِدَّةِ أَبْوَابٍ فِي بَابِ لَا طِيَرَةَ مِنْ طَرِيقِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا طِيَرَةَ حَسْبُ وَفِي بَابِ لَا عَدْوَى مِنْ طَرِيقِ سِنَانِ بْنِ أَبِي سِنَانٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِلَفْظِ لَا عَدْوَى حَسْبُ وَلِمُسْلِمٍ مِنْ طَرِيقِ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِلَفْظِ لَا عَدْوَى وَلَا هَامَةَ وَلَا طِيَرَةَ وَأَخْرَجَ مُسْلِمٍ مِنْ طَرِيقِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مِثْلَ رِوَايَةِ أَبِي سَلَمَةَ وَزَادَ وَلَا نَوْءَ وَيَأْتِي فِي بَاب لَا عدوى من حَدِيث بن عُمَرَ وَمِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ لَا عَدْوَى وَلَا طيرة وَلمسلم وبن حبان من طَرِيق بن جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا بِلَفْظِ لَا عَدْوَى وَلَا صَفَرَ وَلَا غُولَ وَأخرج " [xlii]

Vol. 5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

تعدیہ کی نفی سے مراد یہ ہے کہ کوئی شے اپنی طبیعت کے اعتبار سے دوسری چیز کو نہیں لگتی، چونکہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ اعتقاد رکھتے تھے کہ امراض اپنی طبیعت کے اعتبار سے مُتَعَدِّی ہوتے ہیں اور وہ ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کرتے تھے، لہٰذا اس اعتقاد کی نفی کی گئی اور نبیِّ کریم ﷺ نے ان کے اعتقاد کو باطل فرمایا اور مجذوم کے ساتھ کھانا کھایا تاکہ آپ انہیں بیان کر دیں کہ اللہ ہی بیمار کرتا ہے اور شفا دیتا ہے۔

فتاوی رضویہ شریف میں جلد نمبر 24 کے صفحہ نمبر 216 سے لے کر صفحہ نمبر 283 تک یعنی 68 صفحات پر مشتمل دلائل نقلیہ وعقلیہ سے جواب تحریر ہے۔

جن میں سے بعض روایات درج ذیل ہیں:۔

" عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا عَدْوَى، وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا هَامَةَ، وَلَا صَفَرَ» "

" آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ؛ چھوت لگنا، بدشگونی لینا، الو کا منحوس ہونا اور صفر کا منحوس ہونا ان سب کی کوئی حیثیت نہیں " [xliii]

اور بعض سے یہ ثبوت بھی ملتا ہے:۔

" عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ فِي وَفْدِ ثَقِيفٍ رَجُلٌ مَجْذُومٌ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ فَارْجِعْ» "

" حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ؛ بنو ثقیف کی طرف سے جو وفد آپ ﷺ کی خدمت میں بیعت کی غرض سے حاضر ہوا تھا، اس میں ایک مجذوم شخص بھی تھا، آپ علیہ السلام نے اس کی طرف آدمی بھیجا کہ ہم نے تم سے بیعت کر لی تم لوٹ جاؤ " [xliv]

" ثانيها حمل الخطاب بالنفي والإثبات على حالتين مختلفتين فحيث جاء لا عدوى كان المخاطب بذلك من قوي يقينه وصح توكله بحيث يستطيع أن يدفع عن نفسه اعتقاد العدوى كما يستطيع أن يدفع التطير الذي يقع في نفس كل أحد لكن القوي اليقين لا يتأثر به وهذا مثل ما تدفع قوة الطبيعة العلة فتبطلها وعلى هذا يحمل حديث جابر في أكل المجذوم من القصعة وسائر ما ورد من جنسه وحيث جاء فر من المجذوم كان المخاطب بذلك من ضعف يقينه ولم يتمكن من تمام التوكل فلا يكون له قوة على دفع اعتقاد العدوى فأريد بذلك سد باب اعتقاد العدوى عنه بأن لا يباشر ما يكون سببا لإثباتها______ السادس العمل بنفي العدوى أصلا ورأسا وحمل الأمر بالمجانبة على حسم المادة وسد الذريعة لئلا يحدث للمخالط شيء من ذلك فيظن أنه بسبب المخالطة فيثبت العدوى التي نفاها الشارع وإلى هذا القول ذهب أبو عبيد وتبعه جماعة فقال أبو عبيد ليس في قوله لا يورد ممرض على مصح إثبات العدوى بل لأن الصحاح لو مرضت بتقدير الله تعالى ربما وقع في نفس صاحبها أن ذلك من العدوى فيفتتن ويتشكك في ذلك فأمر باجتنابه------ "

آخر میں تحریر فرمایا:

بالجملہ معتمد و صحیح و ترجیح و نجیح یہ ہے کہ جذام، کھجلی، چیچک، طاعون وغیرہا اصلاً کوئی بیماری ایک کی دوسرے کو ہرگز ہرگز اُڑ کر نہیں لگتی، یہ محض اوہامِ بے اصل ہیں اور کوئی وہم پکا ہو جائے تو کبھی اصل ہو جاتا ہے۔۔ وہ اس دوسرے کی بیماری اُسے نہ لگی بلکہ خود اسی کی باطنی بیماری کہ وہم پرورده تھی صورت پکڑ کر ظاہر ہو گئی۔

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

چونکہ امت مسلمہ کا 90 فیصد سے زیادہ طبقہ دینی تعلیمات سے دور اور کمزور اعتقاد والا ہے اس لیے درج ذیل احادیث کے پیش نظر کمزور اعتقاد والے مسلمانوں کو بچنے کی مکمل اجازت ہے۔

فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے جن احادیث میں دور رہنے کا حکم ہے وہ ضعیف الیقین لوگوں کو حکمِ استحبابی ہے اور کامل الایمان بندگانِ خدا کے لیے کچھ حرج نہیں۔

فرماتے ہیں: فرض کریں مثلا معاذاللہ کسی کو یہ مرض ہو، تو کیا اب اس سے اسکے اولاد و اقارب وزوجہ سب اس احتیاط کے باعث اس سے دُور بھاگیں اور اُسے تنہا وضائع چھوڑدیں یہ ہرگز حلال نہیں۔

بلکہ جزامی بیمار شخص کے پاس بیٹھنا مباح اور اسکی خدمت گذاری و تیمارداری موجبِ ثواب۔[xlv]

بعض مغربیت زدہ حضرات امکانِ تعدی کے اثبات میں صحیح مسلم کی وہ حدیث پیش کیا کرتے ہیں، جس میں ہے:

بنو ثقیف کا ایک وفد حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں آنے والا تھا، اس میں ایک کوڑھ کا مریض بھی تھا۔ تو آپ ﷺ نے اس مریض کو پیغام بھیجا کہ "ہم نے تیری بیعت قبول کرلی، تو واپس چلا جا"۔۔ چنانچہ اگر یہ بیماری چھوت نہیں تو آنحضرت ﷺ نے اسے آبادی اور شہر میں آنے سے منع کیوں فرمادیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اصل بات تو وہی ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔ باقی رہا آنحضرت ﷺ کا اسے روکنا، تو اس کا سبب یہ تھا کہ اگر وہ آدمی شہر میں آگیا اور اس کے بعد اتفاقا شہر کے لوگوں میں سے کسی کو یہ بیماری لاحق ہوگئی تو وہ سمجھے گا کہ فلاں آدمی کے آنے کے سبب میں بیمار ہو گیا اور یہ بات ایمان کے خلاف ہوتی۔ چونکہ اس سے کسی بھی شخص کے ایمان میں کمزوری کا پہلو نکل سکتا تھا، اس لیے احتیاطا اسے آبادی اور شہر میں آنے سے روک دیا گیا۔

مراٰۃ المناجیح میں ہے: اہلِ عرب کا عقیدہ تھا کہ بیماریوں میں عقل و ہوش ہے جو بیمار کے پاس بیٹھے اسے بھی اس مریض کی بیماری لگ جاتی ہے۔ وہ پاس بیٹھنے والے کو جانتی پہچانتی ہے یہاں اسی عقیدے کی تردید ہے۔ موجودہ حکیم ڈاکٹر سات بیماریوں کو مُتَعَدِّی مانتے ہیں: جذام، خارش، چیچک، موتی جھرہ، منہ کی یا بغل کی بو، آشوبِ چشم، وبائی بیماریاں اس حدیث میں ان سب وہموں کو دفع فرمایا گیا ہے۔ اس معنٰی سے مرض کا اُڑ کر لگنا باطل ہے مگر یہ ہوسکتا ہے کہ کسی بیمار کے پاس کی ہوا متعفن ہو اور جس کے جسم میں اس بیماری کا مادہ ہو وہ اس تَعَفُّن سے اثر لے کر بیمار ہو جائے اس معنٰی سے تعَدِّی ہو سکتی ہے اس بنا پر فرمایا گیا کہ جذامی سے بھاگو لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں۔ غرضکہ عدویٰ یا تَعَدِّی اور چیز ہے کسی بیمار کے پاس بیٹھنے سے بیمار ہو جانا کچھ اور چیز ہے۔[xlvi]

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

زمانہ جاہلیت میں بعض بیماریوں میں لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ جب کوئی تندرست آدمی کسی بیمار شخص کے پاس جاتا ہے، تو اس کی بیماری تندرست آدمی میں خود بخود منتقل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالی کی تقدیر اور مشیت کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا، تو آپ ﷺ نے "لاعدوى ، لايعدى شيء شيئا " جیسی احادیث میں اسی باطل عقیدے کی تردید فرمائی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی بھی بیماری اللہ تعالی کی مشیت کے بغیر فی نفسہ متعدی نہیں ہوتی؛ بلکہ جب اللہ تعالی اس میں متعدی ہونے کی تاثیر ڈال دیتے ہیں اس وقت وہ دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتی ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے " فر من المجذوم فرارک من الأسد " (مجذوم سے اس طرح بھاگو جیسے تم شیر کو دیکھ کر بھاگتے ہو)" لا يورد ممرض على مصح " (بیمار اونٹ کو تندرست اونٹ کے پاس نہ لایا جائے) جیسی حدیثوں میں متعدی سمجھی جانے والی بیماریوں میں مبتلا لوگوں اور جانوروں سے احتیاط کرنے کا حکم دیا تاکہ اگر کوئی اختلاط کے بعد بمشیت خداوندی بیمار ہو گیا، تو اس کا اعتقاد خراب نہ ہو۔ پس معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی بیماری اللہ کی تقدیر اور مشیت کے بغیر ایک دوسرے میں متعدی نہیں ہوتی ہے لہٰذا مشاہدے اور حدیث میں کوئی تضاد نہیں۔

صحیح بخاری کے مشہور شارح علامہ ابن حجر عسقلانی اسکی شرح میں لکھتے ہیں" كَانُوا يَعْتَقِدُونَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ إِضَافَةِ الْفِعْلِ إِلَى غَيْرِ اللهِ تَعَالَى " کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ متعدی بیماری کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرتے تھے (یعنی ان کے بت ایسا کرتے ہیں) اس وہم کو نبی کریم ﷺ نے دور فرمایا ہے کہ بیماری کی تاثیر کسی غیر اللہ نے پیدا نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ اس سے متعدی بیماری کی نفی نہیں ہوتی اسی لئے آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا " لَا يُورِدُ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ " یعنی کسی بیمار جانور کو تندرست جانور کے ساتھ نہ رکھو ورنہ تندرست بھی بیمار پڑ سکتا ہے۔ نیز آپ ﷺ نے طاعون زدہ علاقہ میں جانے سے بھی منع فرمایا۔

اسی طرح بعض لوگ ایک روایت کو پیش کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مجذوم کے ساتھ اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا۔ حضرت امام ابن حجرؒ اس روایت کے ساتھ ایک دوسری روایت بھی لاتے ہیں کہ جب قبیلہ ثقیف کا وفد آیا جس میں ایک مجذوم بھی تھا تو نبی کریم ﷺ نے اسے کہلوا بھیجا کہ " أَنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ فَارْجِعْ " یعنی میں نے تیری بیعت لے لی ہے تو واپس لوٹ جا۔ آپ ﷺ نے اسکے ہاتھ کو تھام کر بیعت نہیں لی۔ ایک روایت میں ہے کہ مجذوم سے دو نیزے دور ہو کر بات کرو۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مجذوم کے بارے میں اس طرح کی دونوں روایات ملتی ہیں جن کی علماء نے تطبیق کی ہے کہ جہاں مجذوم سے الگ رہنے کا کہا ہے تو یہ احتیاط کے لئے ہے تاکہ جذام کا مرض نہ لگ جائے۔ اور جہاں مجذوم کے ساتھ کھانا کھانے کا ذکر ہے تو وہ اس لئے ہے کہ وَالْأَكْلُ مَعَهُ عَلَى بَيَانِ الْجَوَازِ تاکہ مجذوم کے ساتھ کھانا کھانے کا جواز نکل سکے۔ اور مجذوم سے نفرت نہ ہو اور احتیاط کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اس سے ملنے اور اسکی خبر گیری کا جواز نکل سکے۔ [xlvii]

قرآن کریم نے اس سلسلہ میں واضح حکم دیا ہے" وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ " اپنے ہاتھوں (اپنے تئیں) ہلاکت میں نہ ڈالو۔ [xlviii]

Vol. 5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

اس قرآنی ارشاد کے مطابق احادیث کے مضمون کو سمجھنا ہو گا تو احادیث کو قرآن کے تابع رکھ کر سمجھا جائے۔ پس آجکل جو وبا پھیلی ہوئی ہے اس سے بچنے کے لئے تمام احتیاطی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے اور اگر خدانخواستہ کوئی اس وبا سے متاثر ہو تو اس کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑ دینا بلکہ احتیاط کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اس کی تیمارداری کرنا اور جس حد تک ممکن ہو اس کی خدمت کرنی ضروری ہے یہی شریعت کا حکم ہے۔

2۔ بعض علماء نے اس تعارض کو یوں رفع فرمایا کہ جن میں تعدیہ کا تذکرہ ہے وہ منسوخ ہیں۔

" وَرَأَوْا أَنَّ الْأَمْرَ بِاجْتِنَابِهِ مَنْسُوخٌ " [xlix]

لیکن یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے، کیونکہ نسخ کی شرائط میں سے ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ دونوں میں تطبیق مشکل ہو اور اگر تطبیق ممکن ہو تو پھر تطبیق دینا واجب ہے۔ اگر حقیقت میں دیکھا جائے اس طرح دونوں دلیلوں کے مطابق عمل ہو جاتا ہے جب کہ نسخ کی صورت میں ایک دلیل کا باطل ہونا لازم آتا ہے اور دونوں کے مطابق عمل ہو جانا ایک کو باطل قرار دینے سے زیادہ بہتر ہے۔

ڈاکٹر کارل مینیگر نے اپنی مشہور کتاب "دی ہیومن مائنڈ" یعنی انسانی ذہن میں بہت سے ایسے لوگوں کے حالات قلمبند کئے ہیں جنہوں نے محض اپنے اوپر ایک قسم کا خوف طاری کر کے مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ حالانکہ انہیں واقعتاً کوئی بیماری نہیں تھی۔

3۔ بعض علماء نے اس اختلاف کو اس طرح حل کیا کہ ان حدیثوں میں سے کوئی بھی منسوخ نہیں ہے بلکہ دونوں قسم کی احادیث کو جمع کرنے کے بعد جو مفہوم حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ شریعت میں اصل عقیدہ اور نظریہ یہی ہے کہ بیماری میں تعدیہ نہیں، تعدیہ والی جو روایات ہیں یہ سد الذرائع ارشاد فرمائی گئی ہیں جبکہ مسلمانوں کا اصل عقیدہ یہی ہے کہ بیماریوں میں تعدیہ نہیں ہے، جس شخص کی عمر تقدیر الٰہی میں ختم ہو چکی ہے اور اس بیماری میں مبتلا ہو کر مرنا بھی اس کے لئے طے تھا تو اس شخص کے اور دیگر لوگوں کے عقیدے کے تحفظ کے لئے فرمایا گیا کہ کوڑھی سے اور آفت زدہ سے دور رہو۔ چنانچہ بذل المجہود میں ہے:

" فاختلفوا فی وجہ الجمع بینھا ، فقال بعضھم نفی العدوی و ھو الاصل ، واما الحدیثان الآخران فھما محمولان علی سد الذرائع ، لا علی اثبات العدوی " [l]

اسی طرح حضرت مفتی شفیعؒ معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

" اسلام کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ نہ کسی جگہ جانا موت کا سبب ہے، نہ کہیں سے بھاگنا نجات کا سبب، اس اہم عقیدہ کے ہوتے ہوئے حکم مذکور بڑی دوررس حکمتوں پر مبنی ہے، باہر والوں کو وہاں جانے سے روکنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ ممکن ہے کہ وہاں پہنچ کر کسی کی عمر ختم ہو چکی ہو اور اس مرض میں مبتلا ہو کر انتقال ہو گیا تو مرنے والے کو کبھی یہ گمان ہو گا کہ اگر میں یہاں نہ آتا تو زندہ رہتا اور دوسروں کو بھی یہی خیال ہو گا کہ یہاں آنے سے اس کی موت واقع ہوئی، حالانکہ جو کچھ ہوا وہ پہلے سے لکھا ہوا تھا، اس کی عمر اتنی ہی تھی، کہیں بھی رہتا، اس وقت اس کی موت لازمی تھی، اس حکم میں مسلمانوں کے عقیدہ کو تذبذب سے بچایا گیا کہ وہ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ " [li]

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ "لاعدوی" میں بالذات کی نفی ہے، مطلق تعدیہ کی نفی نہیں۔

" و نفی العدوی محمول علی انہ لا عدوی بالذات لا بل ہو یجری عادۃ اللہ سبحانہ تعالیٰ " [lii]

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے پہلی توجیہ کو مقدم کیا، شاید اس طرف اشارہ کیا کہ ان کے نزدیک یہی راجح ہے۔

اس توجیہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے جب" لا عدوی ولا صفر ولا ھامۃ "فرمایا تو ایک اعرابی نے سمجھنے کے لئے اعتراض کیا کہ اونٹوں میں ہم بیماری کا متعدی ہونا دیکھتے ہیں، اونٹ ہرنی جیسے حسین کھال والے ہوتے ہیں، ایسے لگتے ہیں جیسے وہ ہرن ہیں، ان میں کوئی خارشی اونٹ آجاتا ہے تو وہ سب خارشی کر دیتا ہے۔ اس کا جواب آنحضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:" فمن اعدی الاول "کہ تمہارے کہنے کے مطابق اونٹوں کو تو خارش اس پہلے اونٹ کی وجہ سے لگی تو پہلے اونٹ کو خارش کہاں سے لگی ہے؟

اس ارشاد کا یہ مطلب تھا کہ جیسے پہلے اونٹ کو خارش اللہ کے حکم سے لگی ہے اسی طرح باقیوں کو خارش اس پہلے اونٹ کی وجہ سے نہیں لگی بلکہ ان کو بھی اللہ کے حکم سے لگی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ نے بذل کے حاشیہ میں حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حوالے سے تعدیہ کے متعلق تین مذہب نقل فرمائے ہیں، تینوں مذہب نقل فرمانے کے بعد حضرت شیخ فرماتے ہیں:۔

" لكن الأحاديث الصحيحة تدل على أن العدوى ليس بشيء. " [liii]

بعض علماء نے ابوداؤد شریف میں منقول وہ واقعہ جس میں حضور ﷺ نے ایک مجذوم کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا، اس کو بیان جواز پر محمول کیا۔

اس توجیہ کو اگرچہ حضرات نے ذکر تو فرمایا ہے لیکن اس توجیہ کا راجح ہونا بظاہر سمجھ میں نہیں آتا، اس لئے کہ حدیث عائشہؓ میں وارد ہے کہ ہمارا ایک غلام تھا، جو جذام کی بیماری میں مبتلا تھا، وہ ہماری رکابی میں کھاتا تھا، ہمارے پیالے میں پانی پیتا تھا اور ہمارے بستر میں سوتا تھا۔ امام نوویؒ نے اس کو ذکر فرمایا ہے:۔

" وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَوْلًى مَجْذُومٌ فَكَانَ يَأْكُلُ فِي صِحَافِي وَيَشْرَبُ فِي أَقْدَاحِي وَيَنَامُ عَلَى فِرَاشِي " [liv]

بیان جواز کے لئے ہوتا تو ایک مرتبہ کافی تھا، اس حدیث عائشہ سے تو ایک تسلسل معلوم ہوتا ہے، گویا کہ اس سے اس بات کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے کہ بیماریوں میں تعدیہ نہیں۔

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

فائدہ: بعض حضرات نے بیماریوں کے تعدیہ کو ثابت کرنے کے لئے حضرت عمرو بن شریدؓ کی حدیث جو مسلم میں بھی موجود ہے اس سے استدلال کیا ہے: مسلم شریف میں ہے:

" عن عمرو بن الشريد عن ابيه قال كان فی وفد ثقيف رجل مجذوم فارسل اليه النبی ﷺ انا قد بايعناک فارجع "۔[lv]

" ثقیف کے وفد میں ایک کوڑھی آدمی تھا جو شخص آپ ﷺ کے پاس بیعت کی خاطر آیا۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف پیغام بھیجا کہ میں نے تم سے بیعت کرلی ہے۔ تم واپس جاسکتے ہو۔ "

اس سے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضور ﷺ نے مجذوم کو قریب نہیں آنے دیا تاکہ یہ بیماری دوسروں کو نہ لگ جائے۔

جواب: حضور ﷺ کے پاس وفود مسجد نبوی میں تشریف لاتے تھے اور مسجد میں حضرات صحابہ کا مجمع ہوتا تھا، کوڑھ والے سے لوگ نفرت کرتے ہیں اور نماز وغیرہ میں اس کے پاس کھڑے ہونے کو موجب ایذاء سمجھتے ہیں، حضور ﷺ کا اس کو واپس بھیج دینا حضرات صحابہ کرامؓ کو اس ایذاء کے پیش نظر تھا، بیماریوں کے تعدیہ کے نظریہ کے پیش نظر نہیں تھا، جیسا کہ حضرات فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جس آدمی کے منہ اور بغل سے بو آتی ہو یا جس آدمی کو کوئی زخم اور زخم سے بو آتی ہے یا اسی طریقے سے مجذوم یا برص کے شکار لوگوں کو مسجد سے روکا جاسکتا ہے۔

چنانچہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں موجود ہے: ۔

" وَكَذَلِكَ ألحق بذلك بَعضهم من بِفِيهِ بخر، أَو بِهِ جرح لَهُ رَائِحَة، وَكَذَلِكَ القصاب والسماك والمجذوم والأبرص أولى بالإلحاق، وَصرح بالمجذوم ابْن بطال، وَنقل عَن سَحْنُون، لَا أرى الْجُمُعَة عَلَيْهِ، وَاحْتج بِالْحَدِيثِ. وَألْحق بِالْحَدِيثِ: كل من آذَى النَّاس بِلِسَانِهِ فِي الْمَسْجِد، وَبِه أفتى ابْن عمر، رَضِي الله تَعَالَى عَنْهُمَا، وَهُوَ أصل فِي نفي كل مَا يتَأَذَّى بِهِ " [lvi]

اسی طرح جس شخص سے لوگوں کو ضرر عام لاحق ہوتا ہو اس کے مسجد آنے سے منع کرنے کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری میں، ملا علی القاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اور علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے:

" فَضَرَرُهُ أَشَدُّ مِنْ ضَرَرِ آكِلِ الثُّومِ وَالْبَصَلِ الَّذِي مَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُخُولَ الْمَسْجِدِ لِئَلَّا يُؤْذِي الْمُسْلِمِينَ وَمِنْ ضَرَرِ الْمَجْذُومِ الَّذِي مَنَعَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَالْعُلَمَاءُ بَعْدَهُ الِاخْتِلَاطَ بِالنَّاسِ " [lvii]

حاصل کلام یہ ہے کہ اس تکلیف سے بچانے کے لئے حضور ﷺ نے اسے واپس بھیج دیا۔

اربابِ اقتدار کا جمعہ کی نماز یا دیگر نمازوں پر پابندی لگانا

Vol. 5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

جس شخص میں مذکورہ وائرس کی تشخیص ہو چکی ہو ایسے افراد کو مسجد سے روکنا درست ہے، کیونکہ یہ لوگوں کے لئے تکلیف، اذیت اور نفرت کا باعث بنے گا۔ لیکن کیا ایسا شخص جمعہ کے لئے آسکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں "عمدۃ القاری" میں امام سحنون کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ میرے خیال میں ایسے شخص پر جمعہ واجب نہیں:

" وَنقل عَن سَحْنُون، لَا أرى الْجُمُعَة عَلَيْهِ "۔ [lviii]

البتہ امام نوویؒ نے یہ فرمایا ہے کہ ایسے شخص کو مسجد سے اور لوگوں کے ساتھ میل جول سے روکا جاسکتا ہے۔

" قَالَ الْقَاضِي قَالُوا وَيُمْنَعُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَالِاخْتِلَاطِ بِالنَّاسِ " [lix]

البتہ لوگوں کے ساتھ جمعہ پڑھنے کی اجازت ہو گی۔ چنانچہ فرمایا: ۔

" ولايمنعون مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ مَعَ النَّاسِ وَيُمْنَعُونَ مِنْ غيرها " [lx]

مساجد میں عبادات وغیرہ سے منع کرنا اسے حضرات نے "وسعی فی خرابھا" کے تحت داخل کیا ہے۔ چنانچہ فتح القدیر للشوکانی میں ہے: ۔

" وَالْمُرَادُ بِالسَّعْيِ فِي خَرَابِهَا: هُوَ السَّعْيُ فِي هَدْمِهَا، وَرَفْعِ بُنْيَانِهَا، وَيَجُوزُ أَنْ يُرَادَ بِالْخَرَابِ: تَعْطِيلُهَا عَنِ الطَّاعَاتِ الَّتِي وُضِعَتْ لَهَا، فَيَكُونُ أَعَمَّ مِنْ قَوْلِهِ: أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ فَيَشْمَلُ جَمِيعَ مَا يُمْنَعُ مِنَ الْأُمُورِ الَّتِي بُنِيَتْ لَهَا الْمَسَاجِدُ، كَتَعَلُّمِ الْعِلْمِ وَتَعْلِيمِهِ، وَالْقُعُودِ لِلِاعْتِكَافِ، وَانْتِظَارِ الصَّلَاةِ " [lxi]

تفسیر روح المعانی للآلوسی، تفسیر الکبیر للرازیؒ، تفسیر قرطبی، احکام القرآن للجصاص سب میں یہی مذکور ہے۔

اشباہ والنظائر میں ابن نجیم لکھتے ہیں:

" فِنَاءُ الْمَسْجِدِ كَالْمَسْجِدِ فَيَصِحُّ الِاقْتِدَاءُ وَإِنْ لَمْ تَتَّصِلْ الصُّفُوفُ. " [lxii]

علامہ شامی نے واضح کیا ہے کہ اقتداء کے صحیح ہونے کے لیے مسجد یا فناء مسجد میں اتصال صفوف ضروری نہیں ہے بلکہ امام کے احوال کا علم ہونا یہ کافی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

" وبہ علم أن الاقتداء من صحن الخانقاہ الشیخونیۃ بالامام فی المحراب صحیح و ان لم تتصل الصفوف لأن الصحن فناء المسجد و کذا اقتداء من بالخلاوی السفلیۃ صحیح لان ابوابہا فی فناء المسجد " [lxiii]

فتاوی دارالعلوم میں ایک سوال ہے کہ ایک یا دو صف چھوڑ کر کچھ لوگ پیچھے کھڑے ہو گئے تو ان کی نماز ہو گی یا نہیں؟ اس کے جواب میں حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب نے لکھا ہے کہ نماز ہو گئی مگر یہ خلاف سنت ہے صفوف کو متصل کرنا چاہیے اور فرجہ درمیان نہ چھوڑنا چاہیے۔ [lxiv]

فقہاء کے یہاں اس کی تصریح ہے کہ اگر کسی کو منہ کی بدبو کی بیماری اس کے مسجد میں آنے سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو تو اس کو مسجد نہ آنے کی اجازت ہے فتاوی دارالعلوم میں ہے کہ جذامی سے جمعہ و جماعت ساقط اور معاف ہے اس وجہ سے کہ وہ مسجد میں نہ آوے پس جذامی کو چاہیے کہ وہ جماعت میں

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

شریک نہ ہونا چاہیے اور جو لوگ جذامی شخص سے علیحدہ رہیں اوراحتراز کریں اس پر کوئی ملامت نہیں ہے کہ جذامی سے بھاگنے اور بچنے کا حکم رسول ﷺ نے فرمایا ہے۔ [lxv]

ردالمحتار میں ہے:

" ویمنع منہ -المسجد -و کذا کل مؤذ ولو بلسانہ -و کذلک ألحق بعضھم بذالک من بفیہ بخر او بہ جرح لہ رائحۃ و کذالک القصاب و السماک و المجذوم والابرص اولی بالالحاق " ۔ [lxvi]

آفت زدہ لوگوں کو تندرست لوگوں سے الگ کرنا

اگر وباء عام ہو جائے تو ایسی صورت میں ان کو الگ رہنے اور الگ رکھنے کا حکم دیا جا سکتا ہے۔

" قَالَ الْقَاضِي قَالُوا وَيُمْنَعُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَالِاخْتِلَاطِ بِالنَّاسِ " [lxvii]

یعنی اس مسئلہ میں علمائے کرام کا اختلاف ہے، احتیاط کرتے ہوئے اور لوگوں کے عقائد اور نظریات کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ ان کو الگ کر دیا جائے۔

خلاصہ کلام

الحاصل یہ کے آپ ﷺ کی سیرت اور زندگی سے بیماری کے تعدیہ کے بارے میں دونوں طرح کی روایات ملتی ہیں، جس طرح کے پہلے ذکر ہو چکا۔ ان روایات میں کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے۔ ان روایات میں بہتر صورت اور جمہور کی رائے تطبیق ہی کی ہے جس کو اختیار کرنا چاہیے۔ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں اللہ تعالیٰ پر پورا پورا اعتماد ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بناء کائنات کا ایک پتہ اور ریت کا ایک ذرہ تک حرکت نہیں کر سکتا۔ البتہ بیماری کے وقت احتیاط کرنا بھی آپ ﷺ کے بہت سارے فرامین سے ثابت ہے، اس لئے بیماریوں اور وباؤں سے حفاظت کے لیے روزانہ کم از کم پانچ مرتبہ وضو کرنا، سونے قبل ضروریات سے فراغت حاصل کرنا، جنسی عمل کے بعد لازماً غسل کرنا، بالوں اور ناخنوں کی تراش خراش کرنا، منہ، ناک اور کان کی صفائی کرنا، صاف ستھرا لباس پہننا، کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا، یہ سب وہ چیزیں ہیں جو ہزاروں سال سے ہمارے دین کا لازمی حصہ ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بھی ان چیزوں کا حکم دیا گیا تھا۔ دور جدید کے ہائی جین کے اصول بھی انہیں باتوں کی تلقین کرتے ہیں۔ ان چیزوں پر عمل کرنا توکل کے منافی بھی نہیں ہے۔

حواشی وحوالہ جات:

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

[i] سورہ الذاریات 51 : آیت 56

[ii] ابو عیسی محمد بن عیسی الترمذی، سنن الترمذی، دار احیاء الکتب العربیہ، باب ماجاء فی الدواء والحث علیہ حدیث نمبر 2038، ج4، ص1137

[iii] الشيخ خليل أحمد السهارنفوري (المتوفى: 1346ھ)، بذل المجهود في حل سنن أبي داود، مركز الشيخ أبي الحسن الندوي للبحوث والدراسات الإسلامية، الهند، الطبعة: الأولى، 1427ھ - 2006 م، عدد الأجزاء: 14، جلد 5، صفحہ 1

[iv] سورۃ الاسراء،: آیت 82

[v] ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی، الجامع لاحکام القرآن (تفسیر القرطبی) دار الکتب المصریہ، القاہرہ، 1964ء، جلد 10، ص316

[vi] ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1420ء، ج21، ص389

[vii] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ، دار طوق النجاۃ، 1422ء، کتاب الطب، باب ما انزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء، حدیث نمبر 5678، ج7، ص122

[viii] مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت کتاب السلام 39، باب 26، حدیث 2204، ج4، ص1729، صحیح ابن حبان، محمد بن حبان الدارمی التمیمی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1993، ج13، ص428

[ix] ابو عیسی محمد بن عیسی الترمذی، سنن الترمذی، شرکۃ مکتبۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر 1975ء، ج4، ص383، ابواب الطب، باب ماجاء فی الدواء والحث علیہ، حدیث نمبر 2038

[x] ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، دار احیاء الکتب العربیۃ، کتاب الطب، باب ما انزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء، حدیث 3437، ج2، ص137

[xi] محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، نفیس اکیڈمی کراچی، جلد 2 صفحہ 85، تاریخ ابن خلدون جلد 3 صفحہ 222

[xii] محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد شمس الدین ابن قیم الجوزیۃ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت مکتبۃ المنار الاسلامیہ، الکویت، 1994

[xiii] أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى: 275ھ)، سنن أبي داود، المحقق: شعَيب الأرنؤوط - محَمَّد كامِل قره بللي، الناشر: دار الرسالة العالمية، الطبعة: الأولى، 1430ھ - 2009 م، عدد الأجزاء: 7، ج6، ص6

[xiv] سورہ المائدہ 5: آیت 6

[xv] أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى: 275ھ)، سنن أبي داود، المحقق: شعَيب الأرنؤوط - محَمَّد كامِل قره بللي، الناشر: دار الرسالة العالمية، الطبعة: الأولى، 1430ھ - 2009 م، عدد الأجزاء: 7، ج6، ص6

[xvi] عثمان بن علی بن محجن البارعی، فخر الدین الزیلعی الحنفی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، المطبعۃ الکبری الامیریۃ، بولاق، قاہرہ، 1313ھ، ج6، ص32، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمری القرطبی، کتاب الکافی فی فقہ اہل المدینہ، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، الریاض، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، 1980ء، ج2، ص1142

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

[xvii] أبوزكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى:676ھ)، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، دار إحياء التراث العربي–بيروت، الطبعة: الثانية، 1392، عدد الأجزاء: 18 (في 9 مجلدات)، ج14، ص172

[xviii] تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیۃ الحرانی، مجموع الفتاوی، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، المدینۃ النبویۃ، المملکۃ العربیہ السعودیۃ، 1995، ج24، ص 269

[xix] منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن ادریس البہوتی الحنبلی، کشاف القناع عن متن الاقناع، دار الکتب العلمیۃ، ج2، ص269، مجموع الفتاوی ج24، ص269

[xx] تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن تيمية الحراني (المتوفى: 728ھ)، مجموع الفتاوی، المحقق: عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، الناشر: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية، عام النشر: 1416ھ/1995م، ج18، ص12

[xxi] محمد بن صالح بن محمد العثيمين (المتوفى: 1421ھ)، الشرح الممتع على زاد المستقنع، دار النشر: دار ابن الجوزي، الطبعة: الأولى، 1422 - 1428 ھ، عدد الأجزاء: 15، ج5، ص234

[xxii] Resolutions And Recommendations of The Council of The Islamic Fiqh , Islamic Research And Training Institute, Academy 1985-2000 Development Bank Jeddah- Kingdom of Saudi Arabia, First Edition 1421H(2000) Page 139

[xxiii] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5717، مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب السلام، حدیث نمبر 5788)

[xxiv] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، کتاب الطب، باب المجذام، حدیث نمبر 5707

[xxv] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الطیر، حدیث نمبر 5753

[xxvi] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الطیر، حدیث نمبر 5776

[xxvii] مسلم بن حجاج القشیری، صحیح المسلم، کتاب السلام، باب لاعدوی ولا طیرۃ، حدیث نمبر 2222

[xxviii] سلیمان بن اشعث، سنن أبوداؤد، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ، حدیث نمبر 3921

[xxix] مشکوۃ المصابیح، اسلام 360، باب بدشگونی اور فال کا بیان، جلد2، حدیث نمبر 4581، سلیمان بن اشعث، سنن ابوداود، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ، حدیث نمبر 3925

[xxx] خلیل احمد سہارنپوری، حاشیہ بذل المجہود، جلد5، ص17

[xxxi] سورۃ النحل: آیت 61

[xxxii] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، حدیث نمبر 844

[xxxiii] علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (المتوفى: 1014ھ)، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، دار الفکر، بیروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 1422ھ - 2002م، عدد الأجزاء: 9، کتاب الطب والرقی، ج7، ص6128

[xxxiv] مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، ج4، ص1752

[xxxv] مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، حدیث نمبر 5791

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

[xxxvi] التیسیر بشرح الجامع الصغیر، ج2، ص220

[xxxvii] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الجذام، حدیث نمبر:5707

[xxxviii] محمد بن إسماعيل أبوعبدالله البخاري الجعفي، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح البخاري، المحقق: محمد زهير بن ناصر الناصر، دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)، الطبعة: الأولى، 1422هـ، عدد الأجزاء:9، ج8، ص127

[xxxix] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، باب طاعون کا بیان، حدیث نمبر5729

[xl] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر-3543

[xli] المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، ج1، ص35

[xlii] أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي، فتح الباري شرح صحيح البخاري، الناشر: دار المعرفة - بيروت، 1379، عدد الأجزاء:13، ج10، ص158

[xliii] سنن ابن ماجہ، ج2، ص117

[xliv] صحیح مسلم، ج4، ص1752

[xlv] فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ، لاہور، اپریل 2006، ج ۲۴، ص ۲۸۲

[xlvi] مرآۃ المناجیح، ج6، ص256

[xlvii] أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي، فتح الباري شرح صحيح البخاري، الناشر: دار المعرفة - بيروت، 1379، عدد الأجزاء:13، ج10، ص159

[xlviii] سورۃ البقرہ: آیت196

[xlix] أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى:676هـ)، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثانية، 1392، عدد الأجزاء: 18 (في 9 مجلدات)، ج2، ص23

[l] خلیل احمد سہارنپوری، بذل المجہود، جلد5، ص14

[li] مولانا محمد شفیعؒ، معارف القرآن، جلد1، صفحہ 597

[lii] خلیل احمد سہارنپوری، بذل المجہود فی حل ابی داؤد، جلد5، ص14

[liii] الشيخ خليل أحمد السهارنفوري (المتوفى:1346هـ)، بذل المجهود في حل سنن أبي داود، مركز الشيخ أبي الحسن الندوي للبحوث والدراسات الإسلامية، الهند، الطبعة: الأولى، 1427هـ - 2006 م، عدد الأجزاء:14، ج11، ص641

[liv] أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى:676هـ)، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثانية، 1392، عدد الأجزاء: 18 (في 9 مجلدات)، ج14، ص228

[lv] مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، ج4، ص1752

[lvi] أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين العينى (المتوفى:855هـ)، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، دار إحياء التراث العربي – بيروت، عدد الأجزاء:25 × 12، ج6، ص146

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

[lvii] أبوزكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى:676هـ)، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، دار إحياء التراث العربي-بيروت، الطبعة: الثانية، 1392، عدد الأجزاء: 18 (في 9 مجلدات)، ج14، ص173، أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين العينى (المتوفى: 855هـ)، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، دار إحياء التراث العربي-بيروت، عدد الأجزاء: 25 × 12، ج21، ص267، علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (المتوفى: 1014هـ)، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، دار الفكر، بيروت-لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ - 2002م، عدد الأجزاء: 9، ج7، ص2885

[lviii] أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين العينى (المتوفى: 855هـ)، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، دار إحياء التراث العربي-بيروت، عدد الأجزاء: 25 × 12، ج6، ص146

[lix] أبوزكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى: 676هـ)، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، دار إحياء التراث العربي-بيروت، الطبعة: الثانية، 1392، عدد الأجزاء: 18، ج14، ص228

[lx] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، ج14، ص228

[lxi] محمد بن علي بن محمد بن عبد الله الشوكاني اليمني (المتوفى: 1250هـ)، فتح القدير، دار ابن كثير، دار الكلم الطيب-دمشق، بيروت، الطبعة: الأولى- 1414هـ، ج1، ص153

[lxii] زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970هـ)، الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ عَلَى مَذْهَبِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1419هـ - 1999م، عدد الأجزاء: 1، ج1، ص140

[lxiii] فتاوی شامی: ج1، ص585

[lxiv] فتاوی دار العلوم، ج3، ص135

[lxv] فتاوی دار العلوم، ج3، ص70

[lxvi] ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي (المتوفى: 1252هـ)، رد المحتار على الدر المختار، الناشر: دار الفكر-بيروت، الطبعة: الثانية، 1412هـ - 1992م، عدد الأجزاء: 6، ج1، 661

[lxvii] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، عدد الأجزاء: 18، ج14، ص228